AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
Category Y
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 3 (April-June 2025)

تفسیر مظہری کی روشنی میں حرمتِ مصاہرت اور نکاح میں کفاءت کا فقہی و تفسیری مطالعہ

A Jurisprudential and Exegetical Study of the Prohibition of Affinity and Marital Compatibility in the Light of Tafsīr al-Mazharī

Dr. Pari Gul Tareen
Lecturer, Department of Islamic Studies, Sardar Bahadur Khan Women's University, Quetta, Balochistan, drpareegulltareen@gmail.com

Mufti Abdul Tahir
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Balochistan, Quetta, muftitahirdurrani@gmail.com

Abstract

This study examines two interrelated issues in Islamic jurisprudence and exegesis: the prohibition of affinity (ḥurmat al-muṣāharah) and the principle of marital compatibility (kafāʾah), with a particular focus on Tafsīr al-Mazharī by Qāḍī Thanāʾ Allāh Pānīpatī. The first part explores the concept of affinity, which renders marriage permanently unlawful between certain individuals due to marital or illicit relations. Drawing on Qur'ānic verses, prophetic traditions, and classical juristic opinions, the paper analyzes the scope of prohibited relations, both through legitimate marital bonds and through unlawful sexual contact. The exegetical discussions highlight how Islamic law safeguards family honor and social order by regulating such relationships. The second part addresses marital compatibility, which refers to equality between spouses in aspects such as lineage, religion, social status, profession, and piety. By engaging with Qur'ānic injunctions, hadith reports, and juristic interpretations, the study demonstrates that while compatibility enhances harmony in marriage, it is not an absolute requirement. Instead, higher religious and ethical considerations may permit marriages across social strata, as evidenced in several precedents from the Companions. Overall, this research underscores the balanced approach of Islamic law, which upholds social harmony and moral integrity while allowing flexibility where religious interests are prioritized.

Keywords: Ḥurmat al-Muṣāharah (Prohibition of Affinity), Kafāʾah (Marital Compatibility), Tafsīr al-Mazharī, Islamic Family Law, Qur'ānic Exegesis, Marriage in Islamic Jurisprudence, Social Harmony in Islam

تمہید

اسلام نے نکاح کو محض دو افراد کے باہمی تعلق کا نام نہیں دیا بلکہ اسے ایک مقدس عہد اور مضبوط سماجی بندھن قرار دیا ہے، جو نسبی اور سسرالی دونوں طرح کے رشتوں کو جنم دیتا ہے۔ انہی سسرالی تعلقات میں سے ایک بنیادی مسئلہ "حرمتِ مصاہرت" ہے، یعنی وہ رشتے جو نکاح یا ناجائز تعلقات کے نتیجے میں ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں۔ قرآن و سنت میں اس مسئلے کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ انسانی معاشرت میں پاکیزگی، عفت اور خاندانی نظام کی مضبوطی برقرار رہے۔ جدید دور میں اس مسئلے کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے، کیونکہ سماجی بگاڑ، مخلوط ماحول اور اخلاقی کمزوریوں نے ان ممنوعہ رشتوں کی پامالی کو عام کر دیا ہے۔ متعدد معاشرتی واقعات اس

OPEN ACCESS
CC BY

بات کے شاہد ہیں کہ بعض اوقات ایک شخص اپنی ہی بیٹی، سوتیلی ماں یا بہو جیسے قریبی رشتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر لیتا ہے، جس سے نہ صرف نکاح باطل ہو جاتا ہے بلکہ پورا خاندانی ڈھانچہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ معاشرے میں اس کی شناعت اور شرعی حیثیت سے آگاہی نہ ہونے کے برابر ہے۔ فقہی اعتبار سے حرمتِ مصاہرت کی بنیاد اس حقیقت پر ہے کہ محرم رشتے دو طرح کے ہیں: ایک نسبی یعنی خون کے رشتے، اور دوسرے سسرالی یعنی مصاہرت کے رشتے۔ اسلام نے دونوں کو یکساں احترام اور تقدس بخشا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا"1

"اللہ وہ ذات ہے جس نے پانی سے انسان کو بنایا اور پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا۔"

اور اللہ پاک نے یہ تذکرہ احسان شمار کرنے کی جگہ پر کیا ہے جو ان رشتوں کی عظمت اور قابلِ احترام ہونے کی دلیل ہے۔ جس طرح ماقبل میں ہم بتا چکے کہ حرمتِ مصاہرت جس طرح نکاح سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح زنا اور شرائطِ معتبرہ کے ساتھ دواعی زنا (شہوت کے ساتھ چھونے اور دیکھنے) سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کر لے، یا اس سے وطی کر لے خواہ نکاحِ صحیح کے بعد، یا نکاحِ فاسد کے بعد، یا زنا کرے، یا اس عورت کو شہوت کے ساتھ کسی حائل کے بغیر چھو لے یا شہوت کے ساتھ اس کی شرم گاہ کے اندرونی حصہ کی طرف دیکھ لے تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، یعنی اس عورت کے اصول و فروع، مرد پر حرام ہو جائیں گے اور اس مرد کے اصول و فروع، عورت پر حرام ہو جائیں گے، قاضی صاحب تفسیر مظہری میں اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"الزنی یوجب حرمة المصاهرة...... وزاداحمدفقال إذا اتی رجل امراة فی دبرها او اتی رجلا فی دبره حرمت علی الواطی أم المفعول به وبنته رجلا کان او امراة "2

"زنا حرمت مصاہرت کو واجب کرتا ہے۔۔۔ امام احمد نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کوئی مرد کسی عورت یا مرد سے لواطت کرے تو اس مفعول مرد و عورت کی ماں اور بیٹی سے اس فاعل کا نکاح نہیں ہو سکتا۔"

یہی بات ابن عباسؓ کے ایک قول سے بھی ثابت ہے، کہ جماع ہو یا چھونا اور ہاتھ لگانا ہو یہ سب جماع کے حکم میں ہے گویا انہوں نے جماع کیا، اس قول کو امام بخاریؒ نے اپنی جامع میں ذکر فرمایا ہے:

" وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «الدُّخُولُ وَالمَسِيسُ وَاللِّمَاسُ هُوَ الجِمَاعُ-"3

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زنا سے حرمت کیونکر ہوتی ہے جبکہ سسرالی رشتہ اور نکاح ایک نعمت اور ثواب کا کام ہے جبکہ زنا تو گناہ ہے، اس علت کی طرف بہت ہی بہتر انداز میں بیان کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

"علة التحریم کون الوطي سببا للولد ووصف الحل ملغاة شرعا ۔"4

"حرمت میں دراصل بچے کی پیدائش کا سبب وطی ہے، جہاں تک بات ہے وصف حلت (اور حرمت) کا تو یہ فضول اور لغو ہے۔"

حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے زنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ دواعی زنا مثلاً: شہوت کے ساتھ چھونا، ہاتھ لگانا، دیکھنا سب کے سب اسی حکم میں ہے، جس طرح کہ قاضی صاحب نے اس کی تصریح فرمائی ہے:

"مس الرجل امرأة والمرأة رجلا بشهوة له حکم الوطي عند ابی حنیفة فی وجوب حرمة المصاهرة وکذا نظره الی فرجها الداخل ونظرها الی ذکره بشهوة یوجب حرمة المصاهرة ۔"5

OPEN ACCESS

" اگر کسی مرد نے کسی عورت کو اور کسی عورت نے کسی مرد کو شہوت کے ساتھ چھو لیا تو اس چھونے کا حکم جماع کی طرح ہے، اس سے حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے اس طرح اگر مرد نے عورت کی اندرونی شرمگاہ کو یا عورت نے مرد کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھا لیا تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے۔"

مصاہرت یعنی سسرالی تعلقات کی وجہ سے حرام رشتوں کے چار اقسام ہیں:

1۔بیوی کی ماں:

یعنی ساس اس میں بیوی کی نانی، دادی بھی داخل ہے، ان سے بھی نکاح حرام ہو گا، تفسیر مظہری میں ہے:

"وَأُمَّهاتُ نِسائِكُمْ اشتملت كلمة الأمهات الجدّات سواء كن من قبل الأب او الام قريبة كانت او بعيدة والتحقت بهن بالحديث امّهاتهن وجداتهن من الرضاع والتحقت بالنساء الموطوءات بملك اليمين او بشبهة اجماعا والموطوءات بالزنى عند ابى حنيفة رحمه الله وكذا الا حنيفة الملموسة بشهوة عنده"6

"و امھٰت نسائکم اور تمہاری عورتوں کی مائیں۔ یہ لفظ تمام جدات کو شامل ہے تمام دور اور قریب کی دادیاں اور نانیاں اس میں داخل ہیں اور ازروئے حدیث بیبیوں کی رضاعی مائیں اور نانیاں دادیاں بھی نسبی کے ساتھ شامل ہیں۔ جن عورتوں سے ملکیت یا شبہ ملکیت کی وجہ سے قربت کر لی گئی ہو۔ باجماع علماء ان کی ماؤں کا بھی یہی حکم ہے۔ امام اعظم (رح) کے نزدیک مزنیہ (جس عورت سے زناء کیا گیا ہو) کی امہات بھی اسی حکم میں داخل ہیں اور اگر کسی اجنبی عورت کو شہوت کے ساتھ چھولیا تو اس کی امہات بھی مزنیہ کی امہات کی طرح حرام ہو جائیں گی۔"

صاحب قدوریؒ اس حوالے سے مطلقا لکھتے ہیں:

"ولا بأم دخل بابنتها أو لم يدخل"7

"اور نکاح صحیح نہیں بیوی کی والدہ کے ساتھ اگرچہ اس کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہیں کیا ہو۔"

بیوی کی ماں یعنی ساس اور خوشدامن کے ساتھ نکاح صحیح نہیں ہے، یہ بھی حرمت مصاہرت سسرالی رشتہ میں آتی ہے۔

2۔ربیبہ:

ربیبہ سے مراد وہ لڑکی ہے جو بیوی کے پہلے شوہر سے ہو، جب عورت کی کسی دوسرے مرد سے شادی ہو گی تو اس عورت کی پہلے شوہر سے جو بیٹی ہے وہ اس دوسرے مرد کی ربیبہ کہلائے گی اور اس کا اس سے شادی کرانا حرام ہو گا، قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ صرف اسی پروردہ تک محدود نہیں بلکہ بیوی کے تمام اولاد اور اولاد کے اولاد آخر تک سب کو شامل ہے:

"وَرَبائِبُكُمُ جمع ربيبة والربيب ولد المرأة من غيره سمّى به لانه يربّه كما يربّ ولده فى غالب الأمر فعيل بمعنى المفعول وانما لحقته التاء لانه صار اسما ويشتمل الربائب بعموم المجاز او بالقياس بنات أبناء الزوجات وبنات بناتهن وان سفلن وبنات الموطوءات بملك يمين او بشبهة ولو بواسطة او وسائط اجماعا وبنات المزّنيات"8

CC BY

"وربائبکم اور تمہاری پرورده لڑکیاں۔ ربائب ربیبۃ کی جمع ہے ربیب وہ بچہ جو پہلے شوہر کا ہو اور ماں کے ساتھ چلا آئے (کڈھیلڑ پر کٹا) لفظ ربائب میں بعموم مجاز ازروئے قیاس باجماع علماء بیویوں کی تمام پوتیاں، نواسیاں خواہ قریبی ہوں یا دور کی داخل ہیں اور ان عورتوں کی نسل کو بھی یہ لفظ شامل ہے جن سے ملکیت یا شبہ ملکیت کی وجہ سے قربت کرلی ہو، مزنیہ کی تمام نسوانی نسل۔"

اسی طرح جامع الترمذی میں عمر بن شعیب سے ایک روایت ہے اس میں بھی ممانعت وارد ہوئی ہے:

"عن عمرو ابن شعيب عن أبيه عن جدّه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال أيما رجل نكح امراة فدخل بها فلا يحل له نكاح ابنتها وان لم يدخل بها فلينكح ابنتها وأيما رجل نكح امراة فلا يحل له ان ينكح امّها دخل بها او لم يدخل۔"9

" عمرو بن شعب (رض) اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جب کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرلے تو اس کے لئے حلال نہیں کہ اس کی ماں سے نکاح کرلے چاہے اس (آدمی نے) اس سے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اور جب کسی نے ماں نکاح کیا اور اس کو دخول سے پہلے طلاق دے دی تو اگر چاہے تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔"

یہاں ایک بات قابل غور ہے وہ یہ کہ یہ پرورده لڑکی جس کو ربیبہ کہتے ہیں اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اس شوہر کی پرورش میں ہو، اگر اس کے پرورش میں نہ ہو بلکہ کسی اور کے پرورش میں ہو تب بھی جائز نہیں کہ یہ اس سے نکاح کرے اس بات کا تذکرہ قدوری میں اس طرح ہوا ہے:

"ولا ببنت امرأته التي دخل بها سواء كانت في حجره أو في حجر غيره"10

"اور نہ ہی اپنی بیوی کی بیٹی کے ساتھ نکاح جائز ہے جس کے ساتھ دخول ہو چکا ہے، خواہ وہ اس کے زیر تربیت ہو یا کسی اور کے زیر تربیت ہو۔"

قدوری کی اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر شوہر نے ربیبہ کی ماں سے مباشرت کرلیا تو اب ربیبہ اس کے لیے حرام ہو جائے گی اور اگر صرف نکاح ہوا تھا اور مباشرت سے پہلے ہی طلاق ہو گیا یا نکاح ختم ہو گیا تو پھر ربیبہ اس کے لیے حلال ہے۔

3- صلبی (حقیقی) بیٹوں کی بیویاں:

صلبی (حقیقی) بیٹوں کی بیویاں بھی حرام ہیں. بیٹوں میں پوتے اور نواسے بھی شامل ہیں یعنی ان کی بیویاں بھی حرام ہو نگی، قرآن کریم میں اس کے لئے جو لفظ "حلیلة" استعمال ہوا ہے اس کی وجہ تسمیہ اور اس کے عموم کے بارے میں قاضی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں:

"وَحَلائِلُ جمع حليلة وهى الزوجة سميت حليلة لانها تحل للزوج او تحل فراشه ويلتحق بالزوجات الموطوءات بملك اليمين او بشبهة اجماعا والموطوءات"11

" وحلائل اور حرام کی گئی ہیں بیبیاں۔ حلائل جمع ہے حلیلہ کی، حلیلہ کا معنی ہے بیوی، بیوی کو حلیلہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بیوی شوہر کے لیے حلال ہوتی ہے، یا یہ وجہ کہ عورت شوہر کے بستر پر فروکش ہوتی ہے، جن عورتوں سے بیٹیوں نے بحق ملکیت یا بشبہ ملکیت جماع کر لیا ہو گا وہ بھی بیویوں کے حکم میں آجائیں گی یہ مسئلہ اجماعی ہے اور جن عورتوں سے بیٹوں نے زنا کیا ہو۔"

یہ عموم حقیقی بیٹے کے اولاد اور اولاد کے اولاد سب کو شامل ہے، اور ساتھ ساتھ نکاح صحیح بھی ضروری نہیں اگر نکاح فاسد کے بعد دخول ہوا ہے تب بھی یہی حکم ہے کہ نکاح ناجائز ہے، الجوہرۃ النیرہ شرح القدوری میں ہے:

"(وَلَا بِامْرَأَةِ ابْنِهِ وَبَنِي أَوْلَادِهِ) وَلَا يُشْتَرَطُ الدُّخُولُ فِي امْرَأَةِ الِابْنِ وَالْأَبِ إذَا كَانَ النِّكَاحُ صَحِيحًا أَمَّا إذَا كَانَ فَاسِدًا يَجُوزُ قَبْلَ الدُّخُولِ۔"12

OPEN ACCESS
cc BY

"اسی طرح اپنے بیٹے کی بیوی اوراس کے اولاد کے ساتھ نکاح حرام ہے،بیٹے اورباپ کی بیوی میں یہ بھی شرط نہیں ہے کہ اس کے ساتھ دخول کیاہویانہیں،جب نکاح صحیح ہو،البتہ اگر نکاح صحیح نہ ہوتودخول سے پہلے شرط ہے دخول کے بعد شرط نہیں۔"

خلاصہ کلام یہ کہ بیٹے کی بیوی میں ہر قسم کاعموم ہے،خواہ وہ اس کی بیوی ہویااس کے دیگراولادہوں،اسی طرح نکاح صحیح ہویانکاح فاسد میں دخول ہواہوہر حال میں حرمت ثابت ہوتی ہے۔

4- باپ کی بیوی:

یعنی باپ نے اگر کسی عورت سے شادی کرلیاتووہ بیٹے لیے لیے حرام ہوگی خواہ وہ اسکی ماں ہویانہ ہو،تفسیر مظہری میں ہے:

"إِنَّهُ كانَ فاحِشَةً يعنى أقبح المعاصي عند الله لم يرخص فيه لامة من الأمم وَمَقْتاً ممقوتا لله وعند ذى المروات كان العرب يقول لولد الرجل من امراة أبيه مقيت وكان منهم الأشعث بن قيس وابو معيط عمرو بن امية والمقت أشد البغض۔"13

"انہ كان فاحشة یہ کام یقیناً بڑی بے حیائی کا ہے یعنی اللہ کے نزدیک بدترین گناہ ہے کسی گذشتہ امت کو اللہ نے اس کی اجازت نہیں دی،ومقتا اور نفرت کا۔اللہ کے نزدیک بھی اور شرفاء کے نزدیک بھی۔مقت کا معنی ہے سخت ترین بغض(بدترین نفرت) اگر باپ کی بیوی سے کسی کا کوئی بیٹا ہو جاتا تھا تو عرب اس کو مقیت (بمعنی ممقوت انتہائی قابل نفرت) کہتے تھے۔اشعث بن قیس اور ابو معیط عمرو بن امیہ مقیت ہی تھے۔"

علامہ میدانی شرح اللباب شرح القدوری میں ہے کہ:

"(ولا بامرأة أبيه)سواء دخل بهاأولا(وأجداده)مطلقاً وإن علون۔"14

"اورنہ ہی باپ کی بیوی کے ساتھ نکاح جائزہےخواہ باپ نے اس کے ساتھ دخول کیاہونہ کیاہو،اسی طرح داداکی بیوی کا حکم مطلق ہے،اگراوپر کے درجے میں ہو۔"

یہ ممانعت ایسی نہیں ہے کہ صرف اسلام میں تھی بلکہ اسلام سے قبل دیگر ملل واقوام خاص کر عرب میں اسے بہت ہی برا سمجھا جاتا تھا،چنانچہ براءبن عازب کی روایت ہے کہ:

"عن البراء بن عازب رضى الله عنه قال مرّبى خالى ومعه لواء فقلت اين تذهب قال بعثني النبي صلى الله عليه وسلم الى رجل تزوج بامراة أبيه اتيه برأسه ۔"15

" حضرت براءبن عازب کا بیان ہے کہ میراماموں جھنڈا لیے میری طرف سے گذرامیں نے پوچھا کہاں جارہے ہو؟اس نے جواب دیاایک شخص نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیاہے۔اس کا سرلانے کے لیے رسول اللہ نے مجھے بھیجاہے۔"

اس روایت کے الفاظ بڑے ہی سخت ہیں جو کہ باپ کی بیوی کے نکاح کی شناعت پر دال ہے،یعنی اس فعل کی وجہ سے ایسا شخص قابل قتل ہے۔

نکاح اور مسائل کفووہمسری:

اس تحقیق کادوسرااہم مسئلہ اس دورجدید کے لحاظ سے ہمسری اور کفوکاہے،اسلامی شریعت کے اصول یہ ہیں کہ جس لڑکے اور لڑکی کانکاح ہوناہے وہ دونوں برابرہوں اگران میں سے کوئی بڑے طبقے کاہواوردوسراچھوٹے طبقے کاہوتوایسے جوڑے کانکاح کے آگے چلنااورپائیدارہوناکچھ غیر ناممکن کی سی صورت معلوم ہوتی ہے ،اسلامی تاریخ میں اس کی مشہورمثال زیدؓ اورزینبؓ کی ہے،زیدآزادشدہ غلام جبکہ زینب قریش کے اعلی خاندان سے تھی ،ہمسری نہ ہونے کی وجہ سے یہ نکاح بسیار کوشش کے باوجود ممکن نہ ہو سکی،اسلام میں شادی کے سلسلہ میں کفواور ہمسری کالحاظ اسی لئے کیاگیاہے کہ اخلاق کے ساتھ ساتھ قومی خوشحالی ہواور قبائلی

CC BY

تعلقات کا لحاظ بھی کرتے ہوئے رشتہ زوجیت و نکاح میں مزید پختگی پیدا ہونے کے امکانات پیدا ہو جائیں گے، یہ تمام تدابیر دراصل ایک ہی مسئلہ کے محکم و پائیدار کرنے کیلئے کی جاتی ہیں کہ رشتہ مضبوط بنیادوں پر استوار ہو۔ میاں بیوی کے درمیان مثالی ہم آہنگی ہو، پیار ہو، ہمدردی ہو، میل ملاپ ہو، اور ان دو کی باہمی محبت کے ذریعے ان کے والدین اور پوری برادری و خاندان تک یہ خوشگوار تعلقات پھیلتے پھولتے چلے جائیں، کفو کے مسائل پر تفصیلی گفتگو سے پہلے کفو کی تعریف کرینگے اس کے بعد دیگر امور زیر بحث لائینگے۔

کفو کی لغوی تعریف:

علامہ ابن منظور الافریقی کفو کی لغوی بحث میں لکھتے ہیں:

"الكفء النظير والمساوي ومنه الكفاة في النكاح وهو ان يكون الزواج مساويا للمراة في حسبها ودينها ونسبها و بيتها غير ذالک."16

"کفو کا مطلب نظیر اور برابری ہے۔ اسی سے نکاح میں کفاءت سے مراد ہے۔ وہ یہ ہے کہ خاوند کا حسب، دین، نسب اور گھر وغیرہ میں عورت کے برابر ہونا۔"

سید محمد مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ:

"ہر چیز کی مثل کو کفو کہتے ہیں" 17

کفو کا اصطلاحی معنیٰ:

کفو کا معنی ہے صفات مخصوصہ ممتازہ میں مساوی اور نظیر ہونا، نکاح میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکا، لڑکی کے معیار سے کم اور نیچا تو نہیں ہے کیونکہ جو لڑکی صفات مخصوصہ ممتاز کے اعتبار سے اعلیٰ ہو وہ اس لڑکے کا فراش بننے کو ناپسند کرے گی۔ جو اس سے صفات میں ادنیٰ ہو تو لڑکی کے وارث بھی اس بات کو اپنے لئے باعث عار سمجھتے ہیں، الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں علامہ جزریؒ لکھتے ہیں کہ:

" إن الكفاءة هي مساواة الرجل للمرأة في أمور مخصوصة، وهي ست: النسب، والإسلام، والحرفة، والحرية، والديانة، والمال."18

"کفاءت مرد کا عورت کے ساتھ مخصوص امور میں مساوات کا نام ہے، اور وہ چھ ہیں: نسب اسلام، پیشہ، آزادی، دین اور اسلام ۔"

ابن منظور افریقی لسان العرب میں لکھتے ہیں کہ:

"کفو وہ شخص کہلاتا ہے جو مذہب، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور تمول میں ہم سر ہو۔"19

کفاءت کا معنی ہمسری" کے ہیں۔ بالعموم ان دو اشخاص کو ایک دوسرے کا کفو کہا جاتا ہے جو مسلمان ہوں، ایک نسب ہوں، آزاد ہوں نیز پیشہ، دیانت داری اور مال داری میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں۔

کفوکی شرعی حیثیت:

کفومیں عدم لزوم کے قائلین کے دلائل:

جمہور امت کے یہاں لزوم نکاح کے لیے کفو ہونا شرط ہے کہ اس کے بغیر نکاح لازم نہیں ہوتا امام کرخی رحمہ اللہ امام مالک، سفیان ثوری رحمہ اللہ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کفاءت لزوم نکاح کے لئے شرط نہیں، ان حضرات کی دلیل یہ ہے:

OPEN ACCESS
CC BY

"عَنْ اَبِي هرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اﷲِ صلی اللہ علیہ وسلم إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَه وَخُلُقَه فَزَوِّجُوه إِلَّا تَفْعَلُوا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ."20

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تمہیں ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کا دین و اخلاق تمہیں پسند ہو تو اس سے نکاح کر دو، اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں بہت بڑا فتنہ بپا ہو گا۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لافضل لعربی علی عجمی الا بالتقوی."21

"تقویٰ کے سوا کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔"

نیز کفو کا اعتبار ضروری ہوتا تو خون میں ہوتا ادنیٰ مقتول کے قصاص میں اعلیٰ ذات کا قاتل، قتل نہ کیا جاتا تو جب خون میں کفو کا اعتبار نہیں تو نکاح میں کیوں؟ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ احناف اور دیگر جن ائمہ نے کفو کا اعتبار کیا ہے انہوں نے بھی کبھی کہیں یہ نہیں فرمایا کہ غیر کفو میں نکاح نہیں ہوتا، بلکہ یہ فرمایا کہ بالغ لڑکی غیر کفو میں نکاح کر لے اور باپ یا دادے سے اجازت نہ لے تو ان حضرات کا حق ہے اور وہ قاضی کے پاس تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر سکتے ہیں، اگر نکاح ہی نہ ہوتا تو اعتراض کس کا؟ اور تنسیخ کس کی؟

کفو کا مسئلہ قرآن مجید کی روشنی میں یوں ہے کہ جن عورتوں سے شرعاً نکاح حرام ہے ان کو قرآن و حدیث میں تفصیل سے ذکر کر دیا گیا ہے، ارشاد ہوا:

"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ لا وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلاَّ مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اﷲَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يمانُكُمْ كِتٰبَ اﷲِ عَلَيْكُمْ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَة وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ مبَعْدِ الْفَرِيْضَة اِنَّ اﷲَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا."22

"تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں (سب) حرام کر دی گئی ہیں اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو (بھی حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام ہے) کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے کہ جو دورِ جہالت میں گزر چکا۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور شوہر والی عورتیں (بھی تم پر حرام ہیں) سوائے ان (جنگی قیدی عورتوں) کے جو تمہاری مِلک میں آجائیں، (ان احکامِ حرمت کو) اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے، اور ان کے سوا (سب عورتیں) تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں تاکہ تم اپنے اموال کے ذریعے طلبِ نکاح کرو پاکدامن رہتے ہوئے نہ کہ شہوت رانی کرتے ہوئے، پھر ان میں سے جن سے تم نے اس (مال) کے عوض فائدہ اٹھایا ہے انہیں ان کا مقرر شدہ مَہر ادا کر دو، اور تم پر اس مال کے بارے میں کوئی گناہ نہیں جس پر تم مَہر مقرر کرنے کے بعد باہم رضا مند ہو جاؤ، بے شک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔"

یہ ہے فہرست ان عورتوں کی جن سے نکاح حرام ہے، ان میں کہیں ایک برادری کو دوسری برادری پر حرام ہونا ثابت نہیں ہے، معلوم ہوا کہ کسی بھی برادری سے نکاح کرنا قرآن، حدیث اور فقہ میں کہیں بھی منع نہیں ہے۔

CC BY

کفومیں لزوم کے قائلین کے دلائل:

ان کے بر خلاف جمہور امت بشمول احناف کے مختار اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ اگر لڑکا یا لڑکی کسی غیر کفو میں شادی کرے تو اولیاء کو اسے فسخ کرنے کا اختیار ہے، مگر بہتر بات یہ ہے کہ اگر کوئی دیندار اور اچھا گھرانہ ملے اور وہ کفو نہ ہو تو اسی سے نکاح کرے، البتہ یہ مسئلہ بھی علماء نے ذکر کیا ہے کہ عالم کسی بھی قوم کا ہو مگر وہ کسی اعلی قوم لڑکی کا ہمسر ہے، جیسا کہ تفسیر مظہری میں سورہ الاحزاب کے آیت نمبر 33 کے تحت قاضی ثناء اللہ صاحب سے منقول ہے:

"ویستفاد من هاهنا ان العالم ومن له فضل من حیث الدین کفؤ للعلوی وغیره من الشرفاء-"23

"عالم اور جس کو دین کے لحاظ سے برتری حاصل ہو وہ علویوں اور دیگر شرفاء کا ہمسر اور کفو ہے۔"

در حقیقت کفو کوئی فرض اور واجب نہیں ایک انتظامی معاملہ ہے تا کہ میاں بیوی کو آگے چلانے میں دشواری نہ ہو، مگر مستحب امر یہ ہے کہ آدمی تواضع اور انکساری سے کام لیکر کفو کو چھوڑ دے، مگر بحر حال نکاح میں مرد کا عورت کے لیے کفو ہونا ضروری ہو گا جبکہ عورت کا مرد کے لیے کفو ہونا ضروری نہیں ہے، اگر زیر ولایت افراد کے حوالے سے کوئی مسئلہ درپیش ہو تو ولی کو عدالت میں رجوع کا حق حاصل ہے جیسے عاقلہ بالغہ عورت غیر کفو گھرانے میں نکاح کرلے تو ولی کو حق حاصل ہے کہ وہ عدالت میں جاکر اس کا نکاح فسخ کروائے، امام محمد شیبانیؒ اس حوالے سے کہتے ہیں :

"اذا تزوجت المرأة غیر كفو فرفعها ولیها إلى الإمام فرق بینهما وهو قول أبی حنیفة رحمه الله تعالى."24

"جب عورت غیر کفو میں نکاح کرلے تو اس کا ولی اس کو امام کے پاس لے جائے تو وہ ان میں تفریق کرادے گا، یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔"

امام جصاص غیر کفو میں نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں مگر اس کے ساتھ یہ بھی لکھتے ہیں :

"وللأولیاء أن یفرقوا بینهما-"25

"اور ان اولیاء کے لئے ان کے مابین تفریق کروانا جائز ہے۔"

ظاہر ہے یہ تفریق اسی طریقہ کے مطابق ہو گی جیسے امام شیبانی نے بیان کیا کہ امام اور قاضی یہ تفریق کروائے گا، اسی طرح بالغہ ثیبہ جب دوسرا نکاح کرے تو اس میں بھی اسے کفو کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ امام ابن العربی مالکی اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ:

"فدل على أن المعروف المراد بالآیة هو الكفاء ة وفیها حق عظیم للأولیاء-"26

"سو یہ بات دلالت کرتی ہے کہ اس آیت میں معروف سے مراد کفو (برابری) ہے کہ اس بات میں اولیاء کو بہت زیادہ حق ہے۔"

امام ابن العربی اس کی وجہ اور اس مسئلہ پر اجماع کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"لما فی تركها من إدخال العار علیهم و ذلك اجماع من الامة-"27

"کیونکہ کفو کے ترک میں ان (اولیاء) کے لئے شرمندگی ہے اور اس مسئلہ پر امت کا اتفاق ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو نکاح کرتے وقت کفو کا اعتبار کرنا ہو گا بصورت دیگر اولیاء کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو گا اور یہ چیز بذریعہ عدالت ہو گی، امام محمدؒ نے اپنی کتاب "کتاب الاثار" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:

"میں یہ حکم جاری کروں گا کہ کسی بڑے اور اونچے معروف خاندان کی لڑکی کا نکاح دوسرے کم درجہ والے سے نہ کیا جائے۔"28

OPEN ACCESS

اسی طرح حضرت عائشہؓ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی تاکید کی ہے کہ نکاح میں کفاءت کی رعایت کی جائے جو متعدد اسانید سے منقول ہے، فتاوی ہندیہ میں مذکور ہے:

"اس امر میں تمام ائمہ متفق ہیں کہ نکاح میں مردوں کا عورتوں کے لیے کفو ہونا معتبر ہے۔"29

کفاءت کا اعتبار لڑکے کی طرف سے ہے لڑکی کی جانب میں نہیں، لڑکی اگر کفاءت میں لڑکے سے کمتر ہو تو یہ احکام جاری نہ ہوں گے کیونکہ حقِ کفاءت لڑکی کو (یا اس کے اولیاء کو) عار سے بچانے کیلئے ہے اور جب لڑکا ان اشیاء میں برتر ہے تو وجہِ عار موجود نہیں، الغرض لڑکی اگر اپنے سے کم درجہ کے لڑکے سے نکاح کر لیتی ہے اور اولیاء اس پر راضی نہ ہوں تو یہ نکاح عدمِ کفو میں کہلائے گا اور علی التحقیق مفتی بہ قول کے مطابق یہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا، چاہے نکاح کے بعد اولیاء راضی بھی ہو جائیں کیونکہ بوقتِ عقد ایجاب وقبول جب لغو ہوں تو بعد از عقد اولیاء کی رضامندی کارگر نہیں ہو سکتی، نیز ان اشیاء میں برابری کا اعتبار بوقتِ عقد ہے اگر لڑکی اپنے ہم پلہ لڑکے سے بغیر رضامندی اولیاء کے نکاح کر لیتی ہے تو یہ نکاح منعقد ہو گا چاہے عقد کے بعد لڑکا کفوء نہ رہے مثلاً لڑکے کا مال ضائع ہو جائے یا وہ گھٹیا پیشہ اختیار کرلے تو بعد از عقد سقوط کفاءت کا اعتبار نہیں۔ مسئلہ کفاءت کا ثبوت احادیثِ مبارکہ اور فقہاء کے استنباطات سے ہے، جامع الترمذی کی حدیث ہے:

"عن علی بن أبی طالبؓ أن النبی -صلى الله عليه وسلم- قال له يا علی ثلاث لا تؤخرها الصلاة إذا اتت والجنازة إذا حضرت والأيم إذا وجدت لها كفؤا"30

"علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے ارشاد فرمایا، اے علی تین چیزوں کو موئخر نہ کرنا ایک نماز کو جب اس کا وقت ہو جائے دوسرا جنازے کو جب وہ حاضر ہو جائے تیسرا بے نکاحی لڑکی کے نکاح کو جب اس کے کفو کا رشتہ تجھے مل جائے۔"

سنن بیہقی کی روایت ہے:

"عن جابر بن عبداللہؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لا تنكحوا النساء إلا الأكفاء ولا يزوجهن إلا الأولياء ولا مهردون عشرة دراهم"31

"حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کا نکاح غیر کفوء میں نہ کرو اور ان کا نکاح سرپرستوں کے علاوہ کوئی نہ کرے اور مہر دس درہم سے کم مقرر نہیں ہو سکتا۔"

اسی طرح مستدرک حاکم کی روایت ہے:

"عن عائشہ رضی الله عنها أن رسول اللهﷺقال:" تخيروالنطفكم فانكحوا الأكفاء وانكحوا إليهم"32

"حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے نطفوں (سے پیدا شدہ) کے لئے بہترین انتخاب کرو، کفوء میں نکاح کرو اور انہیں سے نکاح کراؤ۔"

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اعلاء السنن میں فرماتے ہے کہ ابن ماجہ نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ابن الجوزی نے اس روایت کی بناء پر نکاح میں کفاءت کو شرط قرار دیا ہے۔33

ان مذکورہ بالا روایات نیز کتب حدیث میں مذکور دیگر احادیث سے نکاح میں کفاءت کے ملحوظ رکھنے کا ثبوت ملتا ہے، کفاءت کے معاملے میں مزید تفصیلات فقہاء کے استنباط اور اجتہاد کا نتیجہ ہیں جس میں لڑکی کے سرپرستوں کی عار کو سب سے زیادہ مدنظر رکھا گیا ہے جو ظاہر ہیں کہ قرآن وحدیث کے نصوص کو سامنے رکھ کر کئے گئے ہیں۔

CC BY

خلاصہ بحث یہ کہ آیات قرآنی اور آنحضرت ﷺ کی قولی اور عملی احادیث کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نکاح میں کفاءت کا لحاظ بدرجہ اولیٰ ہے، اور نکاح میں کفاءت و مماثلت کی رعایت کرنا دین میں مطلوب ہے، تاکہ زوجین میں موافقت رہے، لیکن کوئی دوسری اہم مصلحت اس کفاءت سے بڑھ کر سامنے آجائے تو عورت اور اس کے اولیاء کو اپنا یہ حق چھوڑ کر غیر کفو میں نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ خصوصاً جب کوئی دینی مصلحت پیش نظر ہو تو ایسا کرنا افضل و بہتر ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام ؓ کے متعدد واقعات سے ثابت ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان واقعات سے اصل مسئلہ کفاءت کی نفی نہیں ہوتی۔

امور کفاءت

امور کفاءت حسب ذیل ہیں جن میں مرد کا عورت کے ہم سر ہونا ضروری ہے:

"وهي ست: النسب، والإسلام، والحرفة، والحرية، والديانة، والمال."34

"امور کفاءت چھ ہیں: نسب اسلام، پیشہ، آزادی، دین اور اسلام۔"

مالکیوں کے نزدیک صرف دو امور میں مرد کا عورت کے ہم سر ہونا کافی ہے، ایک دین داری اور دوسرے ایسے عیوب سے پاک ہونا جن کے سبب عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً برص، جنون، جذام وغیرہ۔ امام مالک رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک نسب، آزادی، پیشہ یا مال غیر اعتباری چیزیں ہیں۔35

شوافع کے نزدیک کفاءت میں حسب ذیل چار چیزیں قابل اعتبار ہیں:

"نسب، دین، آزادی اور پیشہ "36

امام شافعیؒ دیانت کو کوئی علیحدہ امر کفاءت قرار نہیں دیتے، اسی طرح مال کو بھی، کیونکہ وہ ہر لحظہ کم و بیش ہونے والی شے ہے، لیکن احناف کے نزدیک امور کفاءت اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت اور مال ہیں۔

مسئلہ کفوو ہمسری اور ایک معاصر عقلی اشکال:

آخر میں ایک اشکال کا دفعیہ پیش خدمت ہیں وہ یہ کہ دور حاضر میں مختلف طبقوں اور خاص کر جو بشری اور انسانی حقوق کے دعویدار ہیں ان کی طرف سے یہ بات بار بار آتی جا رہی ہے کہ جب اسلام میں تمام انسانوں کو ایک نظر سے دیکھا جاتا ہے اور اسلام کا یہ دعوی ہے کہ دین اسلام میں انسانی مساوات ہے کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں ہے تو پھر کفو اور ہمسری کا جو فقہی اصطلاح ہے چی معنی دارد؟ یعنی ایک طرف تو اسلام کا دعوی ہے کہ تمام انسان برابر ہیں جبکہ دوسری طرف کفو کا مسئلہ سامنے لا کر کہتے ہیں کہ برابر نہیں یہ تو صریح تضاد اور تناقض ہے؟

کفو کی حقیقت اتنی ہے کہ لڑکے لڑکی میں ہر ممکن حد تک مناسبت کا لحاظ کیا جائے، بے جوڑ اور غیر مناسب رشتوں سے بچا جائے تاکہ دونوں میں ہم آہنگی مطابقت و موافقت ہو۔ الفت ہو، کالے، گورے، سید غیر سید۔ ذات پات کا نظام اسلام میں نہیں ہے، یہ اس سوال کا مختصر سا جواب ہے۔

اس سوال کا مفصل جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ "اسلامی مساوات" کے بارے میں جو کچھ بتایا جاتا ہے، وہ بالکل دُرست اور بجا ہے، اسلام کسی کو کسی پر فخر کی اجازت نہیں دیتا، نہ رنگ و نسل، عقل و شکل اور برادری یا مال کو معیارِ فضیلت قرار دیتا ہے، لیکن اس پر بھی غور فرمایئے کہ "نکاح" اس مقدس رشتے کا نام ہے جو نہ صرف زوجین کو بلکہ ان کے تمام متعلقین کو بھی بہت سے حقوق و فرائض کا پابند کرتا ہے، اور ان تمام حقوق و فرائض کی ادائیگی نہ صرف میاں بیوی کی مکمل یکجہتی اور ہم آہنگی پر موقوف ہے بلکہ دونوں طرف کے اہلِ تعلق کے درمیان باہمی اُنس و احترام کو بھی چاہتی ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

ادھر انسانی نفسیات کی کمزوری کا یہ عالَم ہے کہ بہت ہی کم اور شاذ و نادر ایسے حضرات ہوں گے جو صرف: "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" 37 کے اُصول کو رشتۂ ازدواج میں کافی سمجھیں، اور ان کی نظر نہ لڑکے، لڑکی کی عقل و شکل پر جائے، نہ تعلیم و تہذیب پر، نہ رنگ و نسب پر، نہ جاہ و مال پر۔ رشتۂ ازدواج چونکہ محض ایک نظریاتی چیز نہیں، بلکہ زندگی کی امتحان گاہ میں ہر لمحہ اسے عملی تجربوں سے گزرنا ہوتا ہے اور اس رشتے سے بڑھ کر (اپنے عملی آثار و نتائج کے اعتبار سے) کوئی رشتہ اتنا نازک، اتنا طویل اور ایسے وسیع تعلقات اور ذمہ داریوں کا حامل نہیں۔ اس لئے اسلام نے... جو صحیح معنوں میں دِینِ فطرت ہے... انسانی فطرت کی ان کمزوریوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا، اور نہ وہ ایسا کر سکتا تھا، اس لئے اس نے اپنے "اُصولِ مساوات" کے مطابق جہاں یہ فتویٰ دیا کہ ایک مسلمان خاتون کا نکاح، بلا تمیز رنگ و نسل، عقل و شکل اور مال و وجاہت ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے، وہاں اس نے انسانی فطرت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ اس عقد سے متأثر ہونے والے اہم ترین افراد کی رضامندی کے بغیر بے جوڑ نکاح نہ کیا جائے، تاکہ اس عقد کے نتیجے میں ناخوشگواریوں، تلخیوں اور لڑائی جھگڑوں کا طوفان برپا نہ ہو جائے۔ یہ حاصل ہے اسلام میں مسئلۂ کفو کی اہمیت کا۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد اصل مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ ایک اعلیٰ ترین خاندان کا فرد، اپنی فرشتہ سیرت اور حور شمائل صاحب زادی کا عقد اس کی رضامندی سے کسی نو مسلم حبشی کے ساتھ کر دیتا ہے تو اسلام نہ صرف اس کا جائز رکھتا ہے، بلکہ اسے دادِ تحسین دیتا ہے۔ یہ تو ہوا اسلام کا اُصولِ مساوات۔

دُوسرا اُصول اور ضابطہ اُصول کفو ہے وہ یہ کہ ایک شریف اور اعلیٰ خاندان کی لڑکی صرف اپنے جوشِ عشق میں کسی ایسے لڑکے سے نکاح کر لیتی ہے، جو حسب و نسب، عزّو شرف، دِین و تقویٰ، علم و فضل، مال و جاہ کے لحاظ سے کسی طرح بھی اس کے جوڑ کا نہیں، اور یہ عقد والدین اور اقربا کی رائے کے علی الرغم ہوتا ہے، تو چونکہ رشتۂ ازدواج میاں بیوی کو دو بکریوں کی طرح باندھ دینے کا نام نہیں، بلکہ اس کے کچھ حقوق و فرائض بھی ہیں، اور اسلام یہ دیکھتا ہے کہ ان حالات میں اس مقدس رشتے کے نازک ترین حقوق اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ادا نہیں ہو سکیں گے، اس لئے والدین اور اولیاء کی رضامندی کے بغیر اسلام اس بے جوڑ عقد کو ناروا قرار دے کر ان تمام فتنوں اور لڑائی جھگڑوں کا دروازہ بند کر دینا چاہتا ہے، جو اس بے جوڑ عقد کے نتیجے میں پیدا ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

اس تحقیق میں دو مسئلے مذکور ہیں، پہلا حرمت مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ، دوسرا کفو یعنی میاں بیوی کے درمیان برابری، حرمت مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ میں سب سے پہلے بطور تمہید اس کی اہمیت اور تعارف پھر اس کی شرعی حیثیت اُجاگر کرنے کے بعد ان افراد کا تذکرہ ہے جن سے اس رشتے کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔

جہاں تک بات ہے دوسرے مسئلے کا تو اس میں کفو یعنی میاں بیوی کی درمیان برابری کے تعریفات اور آیات قرآنی اور آنحضرت ﷺ کی قولی اور عملی احادیث کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ نکاح میں کفاءت کا لحاظ ضروری ہے، اور نکاح میں کفاءت و مماثلت کی رعایت کرنا دین میں مطلوب بھی ہے، تاکہ زوجین میں موافقت رہے، لیکن کوئی دوسری اہم مصلحت اس کفاءت سے بڑھ کر سامنے آجائے تو عورت اور اس کے اولیاء کو اپنا یہ حق چھوڑ کر غیر کفو میں نکاح کرنا بھی جائز ہے، خصوصاً جب کوئی دینی مصلحت پیش نظر ہو تو ایسا کرنا افضل و بہتر ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام ؓ کے متعدد واقعات سے ثابت ہے، اور اس سے اصل مسئلہ کفو یعنی میاں بیوی میں برابری کی نفی نہیں ہوتی۔

CC BY

حوالہ جات

1. سورہ الفرقان:25:54۔
2. پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، س ن، ج:2ص:55۔
3. بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن، ج:2ص:766۔
4. پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج:2ص:55۔
5. ایضا:ج:2ص:56۔
6. ایضا:،ج:2ص:60۔
7. القدوری، ابو الحسن، احمد بن محمد، مختصر القدوری، امیر محمد کتب خانہ، کراچی، س ن، ص:133۔
8. پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج:2ص:60۔
9. الترمذي، ابوعیسی محمد بن عیسی، الجامع، کتاب النکاح، باب ماجاء فی من تزوج امراۃ، ح: 1117، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ج:1ص:209۔
10. القدوری، ابو الحسن، احمد بن محمد، مختصر القدوری، ص:133۔
11. پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج:2ص:62۔
12. حدادی، ابو بکر بن علی، الجوہرہ النیرہ شرح القدوری، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن ج:2ص:4۔
13. پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج:2ص:54۔
14. میدانی، عبدالغنی بن طالب، اللباب في شرح الكتاب، المكتبة العلمية، بیروت:ج:3، ص:5۔
15. الترمذي، ابوعیسی محمد بن عیسی، الجامع، کتاب النکاح، باب ماجاء فی من تزوج امراۃ، ح: 1362، ج:1ص:209۔
16. ابن منظورافریقی، محمد بن المکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، س۔ن،، ج:1ص139۔
17. زبیدي، سید مرتضی حسن، تاج العروس، دار احیاء التراث العربي، س ن، ج:1، ص:108۔
18. الجزری، عبد الرحمن، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، دار الفکر، بیروت، 1425ح، ج:4ص:53۔
19. ابن منظورافریقی، محمد بن المکرم، لسان العرب، ج:ص:809۔
20. الترمذي، ابوعیسی محمد بن عیسی، الجامع، کتاب النکاح، بَابُ مَا جَاءَ إِذَا جَاءَكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ فَزَوِّجُوهُ، ح: 1084، ج:1ص:207۔
21. ابونعیم، أحمد بن عبد الله، حلیہ الاولیاء، بیروت، مکتبہ العلمیہ، 1409ھ، ج:3ص:100۔
22. النساء، 4: 23، 24۔
23. پانی پتی، قاضی ثناء اللہ، تفسیر مظہری، ج:7ص:45۔
24. شیبانی، ابوعبد اللہ محمد بن الحسن، کتاب الآثار، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ 1993ء، ص:95۔
25. جصاص، ابو بکر احمد بن علی رازی حنفی، احکام القرآن، بیروت، لبنان، احیاء التراث الغربی، (1405ھ)، ج:2:ص:546۔
26. ابن العربي، ابو بکر محمد بن عبد اللہ احکام القرآن، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، (۲۰۰۳ء)، ج:2، ص:221

CC BY

27. ایضا:ص:321۔

28. امام محمد بن حسن الشیبانی، کتاب الاثار، کتاب النکاح، ص:122۔

29. جماعت علماء ہند و نظام الدین، فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح، مطبع مجیدی، کان پور، س۔ن، ص:170۔

30. الترمذي، ابو عیسی محمد بن عیسی، الجامع، کتاب النکاح، بَابُ مَا جَاءَ فِي الوَقْتِ الأَوَّلِ مِنَ الفَضْلِ، ح: 171، ج:1 ص:40۔

31. بیہقی، أبو بکر أحمد بن الحسین ، دار الیسر ،بیروت ، 2017 ،ج: 4 ص:133۔

32. النیسابوری، الحاکم محمد بن عبد الله، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیة، بیروت، 1411- 1990، ج:2 ص:163۔

33. عثمانی، ظفر احمد، إعلاء السنن، إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة، کراتشي، 1418، ج:11 ص:88۔

34. الجزری، عبد الرحمان، الفقه علی المذاہب الاربعه، ج:4 ص:53۔

35. الجزری، عبد الرحمن، کتاب الفقه علی المذاہب الاربعة، ج:4، ص:59۔

36. الجزری، عبد الرحمن، کتاب الفقه علی المذاہب الاربعة، ج:4، ص:59۔

37. سوره الحجرات:49:13۔

CC BY